تبدیل جلود

از

مولنا عبداللہ العمادی

۱

بعض وقت سیدھی سی بات میں اختلاف اور پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے قرآن کریم میں ایک مقام پر انسان کی کھالوں پر عذاب ہونے کا تذکرہ ہے۔ صورت یوں بتائی ہے کہ خدا کی نشانیوں کا جو انکار کرتے ہیں وہ عنقریب آتش دوزخ میں داخل کئے جائیں گے۔ وہاں جب آگ کی وجہ سے ان کی کھالیں پک کر گل جائیں گی تو خدا کے حکم سے دوسری کھالیں تبدیل ہو جائیں گی۔ غرض یہ ہے کہ عذاب میں مبتلا رہیں اور اس کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے۔

یہ مضمون سورۂ نساء میں مذکور ہے اور بظاہر ایک سلجھی ہوی بات ہے لیکن وقت آفرینی و عجائب پسندی کی بنیاد پر جو شاخیں نکلیں جیسے جیسے شگوفے پھوٹے اور تفسیروں میں جس نہج پر اس قسم کی روایتیں پھیلیں پھولیں اُن کے نظارے عجیب۔ مثلاً:۔

(الف) دوزخیوں کی جب ایک کھال پک کر گل جائے گی تو دوسری کھلڑی جو چڑھیگی اُس کا رنگ سفید کاغذ جیسا ہوگا۔ [1]

(ب) کھال چالیس گز کی ہوگی۔ دانت ستر گز کے اور شکم اتنا فراخ ہوگا کہ ایک پہاڑ اس میں

[1] قال ابن جریر حدثنا ابن حمید قال حدثنا جریر عن الاعمش عن ثویر عن ابن عمر قال اذا احترقت جلودہم بدلناہم جلوداً بیضاء امثال القراطیس۔

سما جائے۔[1]

(ج) دن بھر میں ستر ستر مرتبہ کھال گل جایا کرے گی اور نئی کھال چڑھا کرے گی۔[2]

(د) روزانہ ستر ہزار کھالیں آگ سے جل جایا کریں گی۔ ہر کھال چالیس گز کی موٹی ہوگی۔[3]

(ھ) دن میں سو سو مرتبہ نئی کھالیں بدلی جائیں گی۔[4]

(و) آگ ان کھالوں کو روزانہ ستر ستر ہزار مرتبہ کھا جایا کرے گی۔ اور ہر مرتبہ از سر نو کھال جمے گی۔[5]

(ز) اور جسم اتنا لانبا چوڑا کر دیا جائے گا۔ کہ ایک تیز رفتار سوار کے لئے دونوں مونڈھوں کے بیچ میں تین دن کی مسافت ہوگی۔[6]

(ح) دانت کوہ اُحد جتنے بڑے ہوں گے۔ اور جسم کا موٹاپا تین دن کی مسافت کے برابر ہوگا۔[7]

(ط) نئی کھال جو پیدا ہوگی وہ دوزخیوں کے گوشت ہی سے بنے گی۔[8]

(ی) کھال جو بدلی جائے گی وہ اصل میں ذات کی تبدیلی ہوگی۔[9]

—————(۲)—————

ان روایتوں پر خود مفسرین نے اعتراض کئے ہیں اور بات بنانے کے لئے پھر جواب دینے کی کوشش

---

[1] عن المثنیٰ عن اسحاق عن ابن ابی جعفر عن ابیہ عن الربیع قال الخ۔
[2] عن المثنیٰ عن سوید بن نصر عن ابن المبارک قال بلغنی عن الحسن الخ۔
[3] عن القاسم عن الحسن عن ابی عبیدۃ الحداد عن ہشام بن حسان عن الحسن۔
[4] زعم ابو السعود العمادی ان ہذہ الآیۃ قرأت عند عمرؓ فقال معاذ بن جبل عندی تفسیرہا یبدل فی ساعۃ مائۃ مرۃ۔
[5] قال الحسن تاکلہم النار کل یوم سبعین مرۃ (ابو السعود)۔
[6] من مزاعم ابی السعود عن ابی ہریرۃؓ۔
[7] ابو السعود عن ابی ہریرۃؓ۔
[8] قال السدی ان تعالیٰ یبدل الجلود من لحم الکافر فیخرج من لحمہ جلدا آخر (رازی)
[9] قال النیسابوری جزم صاحب الکشاف بان المراد من ہذا التبدیل ہو تغییر الذات فلہذا فسر التبدیل بالابدال (زمخشری و نیسابوری)۔

بھی کی ہے۔ علامہ ابن جریر طبری فرماتے ہیں۔

ما معنى قوله جل ثناؤه كلما نضجت جلودهم بدلنا جلوداً غيرها وهل يجوز ان يبدلوا جلوداً غير جلودهم التي كانت لهم في الدنيا فيعذبوا فيها؟ فان جاز ذالك فاجز ان يبدلوا اجساماً وارواحاً غير اجسامهم وارواحهم التي كانت لهم في الدنيا فتعذب وان اجزت ذالك لزمك ان يكون المعذبون في الاخرة بالنار غير الذين اوعدهم الله العقاب على كفرهم به ومعصيتهم اياه و ان يكون الكفار قد ارتفع عنهم العذاب۔ ؎

اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ "جب ان (منکروں) کی کھالیں پک کر گل اٹھیں گی تو ہم ان کے علاوہ دوسری کھالیں بدل دیں گے"۔ کیا یہ جائز ہے کہ ان کھالوں کے علاوہ جو دنیا میں رہی تھیں دوسری کھالیں بدل جائیں اور ان میں عذاب ہو۔ یہ اگر جائز ہے تو جہاں نئی کھالوں پر عذاب ہونیکا جواز تسلیم ہوا ہے۔ یہ بھی جائز مان لو کہ دنیا میں جو روحیں اور جسم تھے وہ بھی بدل جائیں گے اور تبدیل شدہ (نئے) اجسام وارواح پر عذاب ہوگا۔ یہ بات اگر جائز ٹھیری تو تم کو لازمی طور پر ماننا پڑیگا کہ آخرت میں آگ کا عذاب جن لوگوں پر ہوگا وہ ان لوگوں کے علاوہ ہوں گے جن کے انکار و نافرمانی پر خدا نے انھیں عذاب کی دھمکی دی تھی کافروں سے عذاب اٹھ جائے گا۔ ؎

پھر لکھتے ہیں:۔

اما جلود اهل الكفر من اهل النار فانها لا تحترق لان في احتراقها الى

دوزخی کافروں کی کھالیں جل نہ جائیں گی اس لئے کہ جل جانے کا تو یہ مطلب ہوا کہ وہ فنا ہو جائینگی۔

؎ تفسیر ابن جریر جلد ۵ صفحہ ۸۴

حال اعادتها فناؤها وفي فنائها راحتها
قالوا وقد اخبر الله تعالى ذكره عنها
انهم لا يموتون وَ يخفف عنهم من
عذابها. قالوا وجلود الكفار احد
اجسامهم ولو جاز ان يحترق منها
شيءٌ فيفنى ثم يعاد بعد الفناء في النار
جاز ذلك في جميع اجزائها واذا جاز
ذالك وجب ان يكون جائزاً عليهم
الفناء ثم الاعادة والموت ثم الاحياء
وقد اخبر الله عنهم لا يموتون قالوا
وفي خبره عنهم انهم لا يموتون
دليل واضح انه لا يموت شيءٌ من
اجزاء اجسامهم والجلود احد
تلك الاجزاء۔ ؎۱

اور ظاہر ہے کہ فنا ہونے ہی میں ان کے لئے راحت و آسائش ہے اللہ تعالیٰ اس باب میں خبر دے چکا ہے کہ دوزخی نہ تو مریں گے اور نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی کافروں کی کھالیں ان کے جسم ہی کی ایک جز ہیں جسم کا کوئی جز اگر جل کر فنا ہو جائے اور پھر فنا ہونے کے بعد آگ ہی میں اس کا اعادہ بھی ہو تو ایک جز میں اس کیفیت کو جائز ماننے سے یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہی کیفیت تمام اجزا کے لئے بھی جائز ہے یعنی ہر جزو بدن اور پورے جسم کا یہی حال ہو سکتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ دوزخیوں کے جسم کا فنا ہو جانا۔ پھر از سر نو پیدا ہونا۔ مرنا اور پھر زندہ ہو جانا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ خبر دے چکا ہے کہ دوزخیوں کو موت نہ آئے گی اور یہ ایک کھلی ہوئی دلیل اس دعوے کی ہے کہ ان کے جسم کے کسی جز پر موت لاحق نہ ہوگی۔ اور یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ کھال جسم کا ایک جز ہے ؎۱

یہ اعتراضات معترضین کی زبان سے ادا کئے گئے ہیں اور جواب بھی خود اپنی طرف سے نہیں دیا ہے مفسرین کے تین جواب نقل کر دیے ہیں مگر لہجہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان میں کسی پر اطمینان نہیں ہے ؎۲۔ ان جوابوں کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

؎۱ تفسیر ابن جریر جلد ۵ صفحہ ۸۵۔

؎۲۔ جواب کی ابتدا "قیل" سے کی ہے۔ جو تضعیف و تمریض کے لئے استعمال ہوتا ہے یعنی استدلال کے وثوق و اعتماد میں ضعف و کمزوری دخیل ہے۔

الف ۔ دوزخ کا عذاب دراصل انسان کے لئے ہے ۔ گوشت و پوست کے لئے نہیں ہے ۔ جلنے کو جلد (کھلڑی) بھی جلے گی لیکن مدعا خود انسان کا جلنا ہے جو گوشت و پوست سے بالکل ایک علیحدہ چیز ہے ۔ بار بار نئی کھلڑی اس لئے پیدا ہو گی کہ اس کے جلنے سے انسان کو تکلیف پہنچتی رہے اور سلسلۂ عذاب منقطع نہ ہونے پائے رنج و راحت کا احساس نفس کو ہوتا ہے ۔ گوشت و پوست کو نہیں ہوتا گوشت و پوست کا عذاب اصل میں عذاب نفس کا ایک ذریعہ ہے ۔ اور یہ ایک ایسا واضح اور کھلا ہوا مسئلہ ہے جس کی واقعیت میں کسی فہمیدہ شخص کو کسی قسم کا اشتباہ نہیں ہو سکتا ؛

ب ۔ گوشت و پوست میں بھی آسایش و تکلیف کے محسوس کرنے کا مادہ موجود ہے جسم کے کسی عضو میں درد ہوتا ہے تو سارے بدن پر اس کا اثر پڑتا ہے ۔ دوزخیوں کے گوشت و پوست کے جل جانے اور پھر نئے گوشت و پوست کے پیدا کرنے کا یہی منشا ہے ۔

ج ۔ دوزخیوں کے لئے نئی نئی کھلڑی بدلنے کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ واقع میں نیا گوشت و پوست ہر گھڑی پیدا ہوتا رہے گا ۔ بلکہ جیسا کہ قرآن کریم نے ایک اور مقام پر بیان کیا ہے کہ :۔

وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ وَتَغْشَى وُجُوهَهُمُ النَّارُ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۔ (سورۂ ابراہیم ۱۴ ۔ رکوع ۷ ۔ آیت ۵۱)	تم اس روز گنہگاروں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھو گے ۔ ان کے کرتے گندھک کے ہوں گے ۔ آگ ان کے مونہوں کو ڈھانک لے گی ۔ غرض یہ ہے کہ جس نے جو کمائی کی ہے اللہ اس کی جزا دے ۔ درحقیقت اللہ جلد حساب لینے والا ہے ۔

یہاں بھی اس کے مطابق دوزخیوں کے کرتے جو گندھک کے ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ اشتعال پذیر ہوں گے جب جب جل چکیں گے تو دوسرے کرتے بدل دئے جائیں گے یعنی کھال کی تبدیلی سے تبدیل لباس مراد ہے ؛

— ۳ —

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ۔ (۱) اگر احساس کا مادّہ محض انسان کے نفس میں ہے ۔گوشت و پوست میں نہیں ہے ۔اور نفس ہی پر عذاب کرنے کے لئے گوشت و پوست کو بھی جلایا جائے گا۔ تو کیا یہ ممکن نہ تھا کہ براہ راست نفس پر عذاب ہوتا اور وہ اجزائے جسم جن میں احساس ہی نہیں ہے ۔اور اس لئے اگر عذاب بھی ہوتا تو ان پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا اس لپیٹ میں نہ آتے ۔جب کسی چیز میں عذاب کی حس ہی نہیں تو خواہ مخواہ کو اُسے چھیڑنے یا ستانے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے ۔

۲۔ خالی گوشت و پوست میں بھی اگر احساس ہے تو گوشت کا وہ پارچہ اور کھلڑی کا وہ جز جو بدن سے جُدا ہو چکا ہو یہ احساس اس میں کیوں نہیں ہے ۔

۳۔ تبدیل جلد سے اگر تبدیل لباس مراد ہے اور پہلے لباس ہی کے جلنے کے بعد اہل دوزخ کو نیا لباس تبدیل کرایا جائے گا۔ تو اس کے لئے آیت میں لفظ " نُضِجَ " کا استعمال جس کے معنی پکنے اور پک کر گل جانے کے ہیں ۔کیوں کر جائز ہو سکتا ہے ۔عربی زبان میں جب یہ محاورہ ہی نہیں ہے تو قرآن کریم کی بلاغت اس کو کب روا رکھنے لگی تھی ؟

اس موقع پر امام رازی نے بھی دو اعتراض پیدا کئے ہیں ۔

الف خدا میں جب اس قدر قدرت ہے کہ دوزخیوں کو ہمیشہ آگ میں زندہ رکھ سکتا ہے ۔تو کیا وہ اُن کے جسم کے باقی رکھنے پر قادر نہ تھا کہ عذاب بھی ہوا کرتا اجزائے جسم بھی فنا نہ ہوتے اور نئے گوشت و پوست کے جڑ جلنے کی ضرورت بھی نہ پڑتی ؟

ب ۔جس گوشت و پوست نے گناہ کئے تھے ۔جب وہ آگ میں جل چکا تو نئے گوشت و پوست کو جو بالکل بے گناہ ہیں ۔پیدا کر کے آگ میں جلانا صریح بے انصافی ہے ۔

پہلے اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں :۔

انه تعالیٰ لا یُسئال عما یفعل بل	خدا جو چاہے کرے اس سے کوئی باز پرس نہیں ہم تو یہ
نقول انه تعالیٰ قادرٌ علی ان یوصل	بھی کہہ سکتے ہیں کہ دوزخیوں کے جسم کو بغیر اس کے کہ آگ
الی ابدا نهم الاماً عظیمةً من غیر	میں ڈالنا پڑے۔ خدا سخت سے سخت عذاب دیکتا ہے۔
ادخال النار مع انه ادخلهم النار ۱؎	مگر اس پر بھی اس نے آگ میں ڈالا ۱؎

دوسرے اعتراض کے حسب ذیل جواب دیئے ہیں۔

الف۔ نضج اور نضیج یہ دونوں دو چیزیں ہیں۔ اس لئے ذات کے اعتبار سے جسم تو وہی رہیگا جو دنیا میں تھا۔ البتہ صفت بدلی ہوگی۔

ب۔ عذاب اصل میں انسان پر ہوگا اور ظاہر ہے کہ کھال انسان کی ماہیت میں داخل نہیں ہے بلکہ اس سے ملی ہوئی ایک زائد چیز ہے نئی کھال انسان تک عذاب پہونچنے کا ایک ذریعہ ہوگی۔ اس لئے حقیقت میں عذاب اسی کو ہوا جس نے گناہ کئے تھے۔

ج۔ کھال سے مراد گندھک کے کرتے ہیں۔

د۔ اس سے حقیقت مراد نہیں ہے بلکہ استعارہ مقصود ہے۔

ہ۔ دوزخیوں کے جسم پر نئی کھال جو پیدا ہوگی وہ انھیں کے گوشت سے بنی ہوگی اور ظاہر ہے کہ ارتکاب گناہ میں یہ گوشت بھی شریک رہ چکا ہے۔

ہنوز یہ شبہ باقی رہتا ہے کہ (ا) بے شبہ خدا سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا لیکن کیا اس کی تمام باتیں حکمت پر مبنی نہیں۔ کیا ایک نیا شبہ پیدا کر دینے سے پہلے شبہ کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ اور کیا خود امام صاحب نے ایک موقع پر یہ نہیں لکھا ہے کہ آتش دوزخ سے وہ آگ مراد نہیں ہے جس میں کیمیاوی مادے ہوا کرتے ہیں

۱؎ یہ اور اس سے قبل کے دونوں اعتراض اور بعد کے پانچوں جواب تفسیر کبیر میں بڑی تفصیل سے مذکور ہیں ملاحظہ ہو جلد ۳ صفحہ ۲۳۷ طبع خیریہ مصر ۱۳۰۸ھ۔

۲۔ تبدیلی خواہ جسم میں ہوئی ہو یا اس کی صفت میں۔ سوال تو یہ ہے کہ مجرم خود انسان تھا۔ اور وہی صاحب ارادہ بھی ہے گوشت و پوست میں یہ مادہ کہاں کہ اپنے ارادہ سے کوئی کام کر سکیں۔ انسان کی طبیعت نے جب اپنی مرضی کے مطابق جیسا چاہا ان سے کام لیا اور وہ انسانی اغراض کے حاصل ہونے میں محض آلہ ہی آلہ تھے! اس صورت میں عذاب کا مستحق اگر ہے تو انسان کا نفس ہے۔ کھال نے کیا گناہ کیا تھا کہ اس کو بار بار جلایا جائے۔ یہ عذاب اگر محض اس بنا پر ہے کہ جرم کے وقت کھال بھی جسم انسانی کے شریک حال تھی۔ تو اس ضابطہ کی رو سے اس حصۂ زمین کو بھی جس پر جرم ہُوا ہو اور اس کپڑے کو بھی جو حالت جرم میں مجرم کے جسم پر رہا ہو عذاب دینا چاہئے۔

۳۔ استعارہ کی توجیہ قرین قیاس تو ہے۔ مگر اس کا ثبوت درکار ہے۔

۴۔ مفسر سُدّی کی یہ رائے کہ "دوزخیوں کے جسم پر نئی کھال جو پیدا ہوگی وہ انہیں کے گوشت سے بنی ہوگی۔ اس لئے یہ اعتراض نہ ہونا چاہئے کہ نئی کھال پر جو کسی حالت میں شریک گناہ نہ تھی۔ کیوں عذاب ہوا" ایک ایسی رائے ہے جو اسی وقت قابل تسلیم ہو سکتی ہے۔ جب یہ بھی ثابت ہو جائے کہ سورۂ اعراف میں سوئی کے ناکے سے اونٹ کے گذر جانے کی قرآن نے جو شرط کی ہے وہ خدا کے نزدیک محال ہو تو ہو۔ مگر واقع میں محال نہیں ہے۔ جسم خواہ کتنا ہی لانبا چوڑا کیوں نہ ہو تاہم اس کی ایک انتہا ہوتی ہے۔ گوشت سے اگر ہمیشہ کھال بنا کی اور ایک کے جل جانے کے بعد دوسری پیدا ہوتی رہی تو ایک نہ ایک دن ایسا بھی آئے گا، کہ سارا جسم خود بخود فنا ہو جائے گا۔ اور عذاب جاوید کی نوبت ہی نہ آنے پائے گی۔

۵۔ طبی تحقیقات نے ثابت کر رکھا ہے کہ اجزائے بدن تحلیل ہوا کرتے ہیں۔ پرانے اجزا کی جگہ نئے اجزا لیتے رہتے ہیں۔ اور اس طرح ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جبکہ وہ جسم جس کو لیکر انسان پیدا ہوا تھا ہمہ تن بدل چکا ہوتا ہے۔ فرض کرو کسی شخص نے ابتدائی زندگی میں کوئی ایسا گناہ کیا تھا جس کی پاداش میں دوزخ نصیب ہو۔ اور آگ میں جلنا پڑے۔ سوال یہ ہے کہ وہ اجزائے جسم جن کے ذریعہ سے ارتکاب گناہ کا کیا

رجوع ملاتھا۔ جب وہ حالت زندگی ہی میں تحلیل ہو چکے تھے اور پیرانہ سری کے عالم میں نئے اجزا نے جن کو ابتدائی عمر کی غلط کاریوں سے سابقہ ہی نہیں پڑا تھا پرانے اجزا کی جگہ لے لی تھی۔ تو آخر کس جرم کی پاداش میں ان کو جلایا جائے گا۔

عراق عرب کے مشہور مفسر شہاب آلوسی کی رائے اس موقع پر سننے کے قابل ہے۔

فرماتے ہیں:۔

عندی ان هذا السوال مما لا یکاد یسأله عاقلٌ فضلاً عن فاضلٍ و ذالک لانّ عصیان الجلد وطاعته وتالمه وتلذذه غیر معقول لانه من حیثُ ذاته لا فرق بینه وبینَ سائر الجمادات من جهة عدم الادراک والشعور وهو اشبه الاشیاء بالاٰلة فید قاتل النفس ظلماً مثلاً اٰلة له کالسّیف الذی قتل به ولا فرق بینهما الا بانّ الید حاملة للروح والسیف لیس کذالک وهذا لا یصلح وحده سبباً لاعادة الید بذاتها واحراقها دون اعادة السّیف و احراقه لانّ ذالک الحمل غیر اختیاری

میرے نزدیک یہ سوال ایسا نہیں ہے جسے کوئی صاحب فضل وکمال تو کیا کوئی معمولی عقل کا آدمی بھی کر سکے سبب یہ ہے کہ کھال کی نافرمانی۔ اطاعت، الم پذیری اور لذت یاب ہونا یہ سب نامعقول باتیں ہیں اس لئے کہ ذاتی حیثیت سے اس میں اور دوسرے جمادات میں کوئی فرق نہیں ہے احساس و ادراک و شعور نہ اُن میں ہے اور نہ اس میں۔ آلہ سے وہ بہت زیادہ ملتی جلتی ہے مثلاً جس شخص نے کسی کو بے گناہ قتل کیا ہو اس کا ہاتھ بھی آلۂ قتل ہے اور اسی تلوار کے مشابہ ہے جس سے مقتول کی اس نے جان لی تھی ان دونوں میں بجز اس کے اور کوئی فرق نہیں ہے کہ ہاتھ میں جان ہے اور تلوار میں نہیں ہے لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کی بنا پر ہاتھ کو پھر پیدا کر کے جلایا جائے۔ اور تلوار اس سے مستثنیٰ رہے۔ سبب یہ ہے کہ یہ بے اختیاری

فالحق ان العذاب علی النفس الحساسة بای بدنٍ حلّت وفی ای جسدٍ کانت وکذا یقال فی النعیم۔ ؎

کی بات تھی۔ لہذا حق یہ ہے کہ عذاب اس نفس پر ہوگا جس میں حس ہے۔ خواہ وہ کسی بدن میں جائے اور کسی جسم میں رہے۔ یہی حالت بہشت کی نعمتوں کی بھی ہے۔ ؎

اس کے بعد متعدد حدیثیں تائید میں روایت کی ہیں۔ اور پھر لکھتے ہیں۔

ولولا ما علم من الدین بالضرورة من المعاد الجسمانی بحیث صار انکاره کفراً لم یبعد عقلاً القول بالنعیم والعذاب الروحانیین فقط ولما توقف الامر علی اثبات الاجسام فعلاً ولا یتوهم من هذا انی اقول باستحالة اعادة المعدوم معاذ الله تعالیٰ ولکنی اقول بعدم الحاجة الی اعادته وان امکنت۔ والنصوص فی هذا الباب متعارضة فمنها ما یدل علی اعادة الاجسام بعینها بعد اعدامها ومنها ما یدل علی خلق مثلها وفناء الاولیٰ ولا اری بأساً بعد القول بالمعاد الجسمانی فی اعتقاد ای الامرین

مذہب کے رو سے اگر بدیہی طور پر یہ بات معلوم نہ ہوتی کہ جسم کے لئے معاد لازمی ہے اور اس کا انکار حد کفر تک پہونچتا ہے تو عقل کے رو سے یہ بات کوئی دور نہ تھی کہ راحت و عذاب دونوں روحانی ہوں گے اس لئے کہ بالفعل جسم کا ثبوت دینے پر معاملہ موقوف ہے۔ یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ جو چیز معدوم ہو چکی ہو اُس کے اعادہ کو میں محال کہہ رہا ہوں معاذ اللہ لیکن میں البتہ کہتا ہوں کہ وہ جسم جو معدوم ہو چکا ہو اس کا واپس لانا خواہ ممکن ہو مگر اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ حدیثیں بھی اس باب میں ایک دوسرے کے معارض ہیں بعض سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جسم کے معدوم ہو جانے پر بعینہ اسی جسم کا اعادہ ہوگا اور بعض کا یہ مفہوم ہے۔ کہ پہلا جسم تو فنا ہو چکا ہے مگر ویسا ہی دوسرا جسم پیدا ہو جائے گا جب معاد جسمانی ہی کو ماننا ہے تو کچھ

؎ تفسیر روح المعانی سورۂ نساء

مضایقہ نہیں کہ ان میں سے جس بات کو چاہیں مان لیں۔[۵]

(۵)

اس موقع پر ناظرین آیت زیر بحث کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔ سورۂ نساء میں ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا۔ کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَزِیْزًا حَکِیْمًا (سورۂ ۴ رکوع ۸ آیت ۵۹)	جن لوگوں نے ہماری نشانیوں سے انکار کیا ہم اُن کو آگ میں (لے جا) داخل کریں گے جب انکی کھالیں گل جائیں گی تو ہم اس غرض سے کہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں۔ گلی ہوئی کھالوں کی جگہ دوسری کھالیں بدل دیں گے۔ بیشک اللہ (بڑا) زبردست صاحب تدبیر ہے

آیت کا مطلب بیان کرنے سے پہلے دو باتیں بطور اصول کے سُن لینی چاہئیں:۔

الف۔ قرآن کریم نے عذاب آخرت کی جو تشریحیں کی ہیں اُس کی صورتیں زیادہ تر انسان کی اخلاقی کمزوریوں سے وابستہ ہیں۔ امام غزالی لکھتے ہیں۔

سر قوله تعالیٰ کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ای ان الجحیم فی باطنکم فاطلبوها بعلم الیقین لتروها قبل ان تدرکوها بعین الیقین [۱]	اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کہ ”ہرگز نہیں اگر علم الیقین ہوتا تو دوزخ کو تم دیکھ لئے ہوتے“ راز یہ ہے کہ دوزخ خود تمہارے دل میں موجود ہے۔ لہٰذا اس کو علم الیقین کے ذریعہ سے دیکھ لو قبل اس کے کہ یقین کی آنکھ سے اُس کو دیکھو گے[۱]

ب۔ بہشت و دوزخ کے متعلق قرآن کریم میں جس قدر واقعات مذکور ہیں اُن سب میں مجاز کا پہلو ہے۔ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

[۵] عذاب روحانی ہوگا یا جسمانی اور اعادۂ معدوم جائز ہے یا نہیں یہ ایک جداگانہ بحث ہے اور کسی مستقل عنوان کے تحت میں اس پر گفتگو ہوسکتی ہے۔ [۱] جواہر القرآن۔

اِنَّ اللہَ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ اخبرنا بما	خدا نے آخرت میں جس راحت وعذاب کا ہم سے وعدہ
وَعَدَنا بہٖ فی الدار الاٰخرۃ مِنَ النعیم	کیا ہے۔ اس کی خبر اور نیز اُن چیزوں کی خبر دی جو
والعذاب واخبرنا بما یوکل وَ	کھائی پی صحبت کی۔ اور بچھائی جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ
یشرب وینکح ویفرش وغیرذٰلِکَ	لہذا جن چیزوں کا وعدہ ہوا ہے۔ اگر دنیا میں بھی ایسی
فلو لامعرفتنا بمایشبہ ذٰلکَ فی الدنیا	سے ملتی جلتی ہوی چیزوں کا ہم کو علم نہوتا تو ہم اُن
لم نفھم ما وعدنا بہ ونحن نعلو	وعدوں کو سمجھ سکتے ہی نہ تھے۔ باایں ہمہ ہم یہ بھی جانتے
مع ذٰلک ان تلک الحقایق لیست	ہیں کہ یہ واقعات دجو بہشت ودوزخ کے متعلق قرآن
مثل ھذہٖ حتیٰ قال ابن عباس ؓ	کریم میں مذکور ہیں) ایسے ہی نہیں ہیں۔ (جیسے دنیا میں
لَیس فی الدنیا مما فی الجنۃِ الاالاسماءُ	نظر آتے ہیں) حتیٰ کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ

"بہشت میں جو چیزیں ہیں اُن سے دنیا میں کوئی چیز بھی نہیں ہے اگر ہے تو صرف نام ہے" [1]

یہ اصولی ایضاح کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں ہے اور اب اس کے بعد آیت زیر بحث کی تفسیر کے لئے امام رازی کے اس فقرہ کو درج کردینے میں کوئی مضایقہ نہیں ہے جو ان کی رائے میں واقع ہو یا نہو مگر ممکن ضرور ہے لکھتے ہیں :-

یمکن ان یقال ھذا استعارۃ عن	کہہ سکتے ہیں کہ آیت میں عذاب کے ہمیشہ رہنے اور منقطع
الدوام وعدم الانقطاع کما یقال	نہ ہونے کی جانب اشارہ ہے جس طرح اس شخص کی
لمن یراد وصفہ بالدوام کلما انتھی	نسبت جس کی مداومت کی تعریف مقصود ہوتی ہے
فقد ابتدا من اولہ فکذا قولہ	کہتے ہیں کہ "جب وہ ختم کرچکتا ہے تو پھر شروع کردیتا
کلما نضجت جلودھم بدلناھم	ہے اور جب آخر تک پہونچتا ہے تو پھر اول سے ابتدا

[1] رسالہ فی شرح حدیث النزول :-

جُلُوداً غَيْرَهَا۔ یعنی کلما ظنّوا انّهم نضجوا واحترقوا وانتهوا الی الهلاک اعطیناهم قوة جدیدة من الحیاة بحیث ظنّوا انّهم الآن حدثوا و وجدوا فیکون المقصود بیان دوام العذاب وعدم انقطاعه۔[1]

کرتا ہے" اسی مضمون کی یہ آیت بھی ہے کہ "ان کی یعنی دوزخیوں کی کھالیں جب گل جائیں گی تو ہم بجائے ان کے دوسری کھالیں بدل دیں گے"۔ یعنی جب وہ سمجھیں گے کہ اب تو کھال پک کر جل چکی اور ہلاکت کا موقع آگیا کیونکہ وہ اسی کو غنیمت سمجھیں گے کہ بلا سے گوشت جل جائے کہیں اس عذاب کی زندگی سے نجات ملے، تو ہم از سرِ نو انہیں زندگی کی ایسی طاقت عطا کریں گے کہ اُن کو گمان ہوگا کہ ہم ابھی پیدا ہوئے ہیں۔ لہٰذا آیت کی غرض یہ ہوگی کہ عذاب جاوید کا تذکرہ کیا جائے اور اس کے تسلسل قائم رہنے کی توضیح۔

علامہ نظام الدین الحسن بن محمد بن الحسین القمی النیسا بوری فرماتے ہیں۔

المراد الدوام وعدم الانقطاع ولا نضج ولا احتراق۔[2]

نہ کھال کا پک کر گلنا مقصود ہے اور نہ جلنا مراد ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ سلسلہ عذاب ہمیشہ رہیگا اور منقطع نہ ہوگا۔

(۶)

شیخ اکبرؒ ابن عربی اندلسی نے ایک اور ہی معنی بیان کئے ہیں، فرماتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا ای حجبوا عن تجلیات صفاتنا وافعالنا اذ مطلع الآیة کونه متجلیاً بالعلم والحکمة والملك فی "آل ابراهیم" سوف نصلیهم" نار شوق الکمال لاقتصاره

"جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا"، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے تجلیات صفات و تجلیات افعال سے حجاب میں رہے۔ یہ مطلب اس لئے ہے کہ اس آیت سے پہلے کی آیت میں "آتینا آل ابراہیم الکتاب والحکمة و آتیناہم ملکاً عظیماً" وارد ہے یعنی آل ابراہیم کو اللہ

[1] تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۳۔ [2] تفسیر نیشا پوری جلد ۵ صفحہ ۱

غرائزهم وطبايعهم بحسب استعدادهم ، ذالك مع رسوخ الحجاب ق لذومه اونار قهر من تجليات صفات قهره تناسب احوالهم، او نار شره نفوسهم وحدة شوقها وطلبها لما ضربت بها من كمالات صفاتها وشهواتها مع حرمانها عنها۔

نے کتاب وحکمت وملک عظیم سے سرافراز فرمایا، لہذا مطلع آیت یہ ہوکہ آل ابراہیم پر اللہ نے علم و حکمت وملک کی تجلی نازل فرمائی، اس تجلی الٰہی کے بعد بھی جن لوگوں نے کفر کیا "عنقریب ہم انھیں آگ میں ڈالیں گے"، یہ آگ کئی طرح کی ہوگی۔ (۱) شوق کمال کی آگ باعتبار طبیعت واستعداد فطرت، کہ آیات کے انکار سے حجاب میں پڑے ہیں، پردہ حائل ہے، اور اب دل میں آگ لگی ہے کہ یہ کمی پوری ہوجائے

(۲) آتش قہر جو صفات قہر الٰہی کی ایک تجلی ہے۔ (۳) آتش حرص وطمع نفسانی کی حدت شوق و طلب میں دل جل رہا ہے، محروم پڑے ہیں۔ اور اس محرومی کے دور کرنے کے لئے بے تاب ہو رہے ہیں۔

كلما نضجت جلودهم، رفعت حجبهم الجسمانية بانسلاخهم عنها وبدلناهم حجبا غيرها جديدة۔

"ليذوقوا العذاب" نيران الحرمان۔

ان الله كان عزيزا، قويا يقهرهم ويذلهم بذل صفات نفوسهم ويحرقهم بنيران توقانها الى كمالاتهم مع حرمانهم ابدا "حكيما"

"جب جب ان کی جلدیں پک کے گل سڑ گئیں" یعنی جہاں ان کے جسمانی حجاب اٹھے اور وہ اس سے باہر نکلنے کو ہوئے کہ دوسرے نئے نئے حجاب "ہم نے بدل دیے"

تاکہ آتش حرمان کا "عذاب چکھیں"

"اللہ عزیز ہے" یعنی قوی ہے جو ان کے صفات نفسانی کو ذلیل کرکے خود انھیں مقہور و ذلیل بناتا ہے حصول کمال کا بڑا شوق ہے۔ مگر ہمیشہ کے لئے اس کمال سے محروم ہوگئے اللہ اسی آگ میں انھیں جلاتا ہے۔

یجازیهم بما یناسبهم من العذاب الذی اختاروه لانفسهم بدواعیهم الغضبیة والشهویة وغیرها ومیولهم الی الملاذ الجسمانیة فلذلك بدلوا حجباً ظلمانیة بعد حجب ؎

"اللہ حکیم ہے" وہ اپنی حکمت سے ان کو وہی سزا دیتا ہے جو اس عذاب کے مناسب حال ہے جسے خود انھوں نے اپنے لئے پسند کیا ہے، اپنے محرکات غضب و شہوت و میل طبیعت و لذات جسمانی میں انہماک سے اس عذاب کو انہوں نے اپنے لئے خود ہی پسند کیا، لہٰذا ہر بار تاریک پردوں کے بعد دوسرے دوسرے تاریک پردے اُن پر تبدیل ہوتے رہے۔ ؎

شیخ اکبر کی اصل عبارت کے ساتھ اُردو میں صرف تلخیص و توضیح پر نظر ہی، اہل نظر اندازہ کرسکتے ہیں کہ "تبدیل جلود" کا منطوق چاہے کچھ ہو مگر آیہ شریفہ کو کم از کم تناسخ سے کوئی سروکار نہیں اور نہ تفسیر سے کہیں اس کا شائبہ نکل سکتا ہے کیوں کہ تعلیم آلہٰی کو تناسخ سے بشدت انکار ہے۔!

؎ تفسیر ابن عربی۔ طبع بمبئی ۱۲۹۱ھ ج ۱ ص ۱۵۲۔

نفیس دعوتی کارڈ مختلف رنگوں اور دلکش طرزوں کے کافی تعداد میں موجود ہیں خریدنے سے پہلے ایک بار ضرور ملاحظہ فرمائیے۔

سامان نوشت وخواند ہر قسم کا بہتر سے بہتر موجود ہے۔ تھوک اور خردہ دونوں طریقوں سے فروخت کیا جاتا ہے۔

فضل فونٹن پن جدید اسٹاک آگیا ہے۔ جونیر۔ للعہ۔ سینیر عہ۔

فدا علی محمد علی

جنرل اسٹیشنری مرچنٹ۔ پتھر گٹی۔ حیدرآباد

ٹیلیفون ۶۵